ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

"کشور اطالیہ کی بہار" کا فکری و اسلوبیاتی مطالعہ

An Intellectual and stylistic study of "Kishwar Atalia Ki Bahar"

*ڈاکٹر عبدالرحیم، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ اسلامیہ گریجوایٹ کالج سول لائنز، لاہور

***Dr. Abdul Raheem**

Assistant Prof. Department of Urdu, Govt. Graduate Islamia College Civil Lines, Lahore

**ڈاکٹر زاہدہ فضل، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، یونیورسٹی آف جھنگ، جھنگ

****Dr. Zahida Fazal**

Assistant Prof. Department of Urdu, University of Jhang, Jhang

***ڈاکٹر محمد امجد عابد، ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور

*****Dr. Muhammad Amjad Abid**

Associate Prof. Department of Urdu, University of Education, Lahore

Abstract:

The travelogue is a fascinating account of the travel and tourism of various countries whose readers enjoy their literature, culture, civilization and knowledge. " kishwar e Atalia ki Bahar"is the travelogue of Dr. Zahid Munir Amir, in which civilization, culture, history, knowledge and literature walk side by side, strengthening the tradition of healthy competition. One of its virtues is that it makes the reader detached from the world and makes them forget to blink. In it, the colorful scenes, civilization ,knowledge and historical facts make it stand out from other travelogues. This Article sheds light on the cultural, academic literature and historian facts of Italy in an effective manner.

Keywords: Travelogue, Kishwar e Atalia, Dr Zahid Munir Amir, History, Civilization, Culture, Literature, Scenery, Style

کلیدی الفاظ: سفر نامہ، کشورِ اطالیہ، ڈاکٹر زاہد منیر عامر، تاریخ، تہذیب، تمدن، ادب، منظر نگاری، اسلوب

سفر نامہ ایک ایسی صنفِ نثر ہے جس میں جہاں مختلف ملکوں کی سیر کا احوال ہوتا ہے وہاں لوگوں کے رہن سہن، تعارفِ مقامات، منظر نگاری، پر لطف وارداتوں اور چشم کشا واقعات کا بیان بھی پایا جاتا ہے۔ کچھ سفر ناموں میں مصنف فلیش بیک تکنیک کے ساتھ ماضی اور تاریخ کی اہم باتوں کو قارئین کے اذہان و قلوب میں نقش کرتا ہے۔ کہیں کہیں سفر نامہ نگار وارداتِ حسن و عشق کو پُر لطف مزاحیہ اسلوب میں بیان کر کے اپنے سفر کے دائرے کو تکمیل سے آشنا کرتا ہے۔ کچھ سفر ناموں میں ناول اور سفر نامہ نگاری کے اشتراک سے پلاٹ کو منطقی انجام تک پہنچایا جاتا ہے۔ جب ایسے سفر ناموں کے مطالعہ کے بعد سوچیں کہ اِن سے کون سی ایسی بات سامنے آئی ہے جو نئی ہے؟ یا اس سے کتنے رتی ماشے علم میں اضافہ ہوا ہے؟ تو پھر معلوم ہوتا ہے کہ اسلوب کی جادو گری نے صفحات در صفحات سیاہ تو کر دیئے ہیں لیکن علم مفقود ہے۔ اس کا ہرگز مطلب یہ نہیں کہ سبھی سفر نامہ

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

نگاروں نے محنت سے دستکش ہو کر اِدھر اُدھر کے قصّے، مناظر، وارداتوں اور طنز ومزاحیہ بیانیہ پر اکتفا کیا ہے۔ایک سفر نامہ ایسا بھی ہے جس سے تاریخ، ادب ،جغرافیہ، تحقیق، تہذیب اور ثقافت کے سر چشمے پھوٹتے ہیں وہاں اسلوب کی دلکشی کا دریا بھی رواں دواں ہے۔ یہ سفر نامہ ڈاکٹر زاہد منیر عامر کا "اطالیہ کی بہار" کے نام سے ۲۰۲۳ء میں چھپ کر شائقین ادب تک پہنچا ہے۔ جہاں تک عنوان کا تعلق ہے وہ مولانا ظفر علی خاں کے درج ذیل شعر سے اخذ کیا گیا ہے۔

اے کشورِ اطالیہ کے باغ کی بہار

لاہور کا دامن ہے ترے فیض سے چمن[1]

یہ دیدہ زیب سفر نامہ "کشور اطالیہ کی بہار" اور "An Italian Odyssey" کے نام سے بالترتیب اردو اور انگریزی دونوں زبانوں کی ادبیات کو وقیع بنانے کا باعث ہے۔اسی سفر نامے کو یہ بھی اعزاز حاصل ہے کہ پنجاب یونیورسٹی لاہور اور نیپلز یونیورسٹی اٹلی کے اشتراک سے پہلی مرتبہ شائع ہوا ہے۔ یہ کل ۲۱۶ صفحات اور چار حصوں میں منقسم ہے۔اس کا ابتدائی حصہ جن میں عرضِ مسافر، پیش لفظ اور دیباچہ شامل ہیں۔ یہ سب ۲۴ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ عرضِ مسافر میں مصنف نے جہاں اٹلی کی تاریخ وادب پر روشنی ڈالی ہے وہاں نیپلز یونیوسٹی کی تدریسِ اردو اور ریڈیو سے اردو کی نشریات کے حوالے سے اس کی کوششوں اور کاوشوں کو بڑے منفرد انداز میں سراہا ہے۔جب کہ پیش لفظ میں ریکٹر نیپلز یونیورسٹی اٹلی ڈاکٹر روبیر توتوتولی نے اسے ایک محقق، نقاد، اسکالر اور شاعر کا سفر نامہ قرار دیا ہے جس نے اٹلی کی تاریخ اور تہذیب کو تحقیق، تجسس سے نہ صرف دریافت کیا بلکہ اسے پاکستانی قارئین سے متعارف کروانے کا باعث بھی جانا ہے۔اس سے دونوں قوموں اور تہذیبوں کے درمیان باہمی تعاون و تعلق کی نئی راہیں استوار کرنے کی خوشگوار خواہش کا اظہار بھی کیا ہے۔ پاکستان میں متعین اٹلی کے سفیر آندرے آس فیراریزے نے اس کا دیباچہ لکھا ہے۔انھوں نے اس کتاب کو جہاں دو ملکوں کے درمیان دوستانہ تعلقات کی راہ ہموار کرنے میں معاون و مددگار گردانا ہے وہاں دو ملکوں اور تہذیبوں کے اشتراک کی ایک شاندار نئی تاریخ رقم کرنے والی کتاب بھی جانا ہے۔اس کتاب کے دوسرے حصے کو "از دیدگاہِ شاعر" کا نام دیا گیا ہے۔ یہ آٹھ صفحوں پر پھیلا ہوا ہے اور اس میں چار نظمیں اٹلی، فلورنس، نیپلز اور ہالینڈ کو شامل کیا گیا ہے۔ جن میں گوتھک فن تعمیر کے عجوبوں اور ان کا شکوہ موضوع بحث ہے۔ مزید برآں روم کے کلوزیم میں انسانوں اور درندوں کی خون ریز لڑائیوں کو تخیل کے کینوس پر دستک دیتے ہوئے یوں اجاگر کیا ہے جیسے یہ لمحہ موجود میں ابھی ابھی رونما ہوئی ہیں۔ان کے علاوہ نیپلز کی اس مرکزی گلی کا ذکر ملتا ہے جو شہر کو دو حصوں میں تقسیم کرتی ہے۔ان میں فلورنس کے میکاولی اور اس کی تصنیف "The Prince" کی جانب معنی خیز اشارے بھی موجود ہیں۔اس کتاب کا تیسرا حصہ "اطالیہ نامہ" سے منسوب ہے۔اس نے کتاب کے ۱۶۲ صفحات کو گھیر رکھا ہے۔کتاب کا چوتھا اور آخری حصہ "گلِ لالہ کا دیس" کے نام سے منسوب ہے جو کتاب کے ۲۰ صفات کا احاطہ کیے ہوئے جب کہ آخری دو صفحات ڈاکٹر زاہد منیر عامر کی دیگر کتابوں کی فہرست کے لیے مختص ہیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اِس سفر نامہ کے علاوہ ڈاکٹر زاہد منیر عامر کے دیگر سفر نامے "شام کی صبح، لبنان کی شام" ۲۰۰۹ء، ماریشس کا سفر نامہ "جزیرے کا خواب" ۲۰۱۳ء، ترکی کا سفر نامہ "دیار شمس" ۲۰۱۹ء، عربی زبان میں مصر کا سفر نامہ "فی حب مصر" ۲۰۱۹ء، یونان کا سفر نامہ سقراط کا دیس" ۲۰۲۱ء، "سفر نامہ فی حب مصر کا اردو ترجمہ "مصر: خواب اور تعبیر" ۲۰۲۳ء اور مصر ہی کے ایک شہر اسکندریہ سے متعلق سفر نامہ بعنوان "ایک شہر جو کبھی نہیں سوتا" مارچ ۲۰۲۴ء میں چھپ کر سامنے آیا ہے۔ زیر بحث سفر نامہ کشور اطالیہ کی بہار ۱۳۱ ذیلی عناوین پر مشتمل ہے۔ جہاں تک اس سفر نامے کے فکری پہلوؤں کا تعلق ہے تو اس ضمن میں عرض ہے کہ اس میں تاریخ ،تہذیب و ثقافت، تمدن، طرزِ تعمیر، ادب اور سماجی و سیاسی زندگی کے رنگا رنگ مناظر قارئین کی دلچسپی کا سامان بنتے ہیں۔ یہاں تک کہ اٹلی کے مقامی نمائندے بھی اسے سراہے بغیر نہیں رہ پاتے۔ ڈاکٹر روبیر توتوتولی اس کتاب کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

> "The book is mainly a travelogue of a researcher, critic, literary scholar and poet who has seen Italy's history and culture through the lens of research, curiosity and respect, while acquainting Pakistani audience with the undiscovered nooks of our history and culture. This book mentions some events, master-pieces of our art and facts from our history in such astounding detail, that they may perhaps be new even to Italian readers."2

متذکرہ بالا تحریر کا ترجمہ پیش خدمت ہے:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

"یہ کتاب بنیادی طور پر ایک محقق، نقاد، اسکالر اور شاعر کا سفر نامہ ہے جس نے اٹلی کی تاریخ اور تہذیب کو تحقیق، تجسّس اور احترام کی نگاہ سے دیکھا ہے اور پاکستانی قارئین کو ہماری تاریخ و تہذیب کے نادریافت گوشوں سے واقف کروایا ہے۔ یہ کتاب ہماری تاریخ کے بعض واقعات، فن پاروں اور حقائق کو اتنی حیران کن تفصیل کے ساتھ بیان کرتی ہے کہ شاید وہ اٹلی کے قارئین کو بھی نئے محسوس ہونے لگیں۔"۳

اس سفر نامے کی حیران کن تفصیلات کے بارے میں پاکستان میں متعین اٹلی کے سفیر آندرے آس فیراریزے اس کتاب کے دیباچے میں رقم طراز ہیں:

"This book belongs to the literary genre of travelogue and carries important details about Italy, collected during the author's visit in 2018. It also includes significant Information about different Institutions and cities of Italy such as Rome, Florence, Venice, Verona, Turin, Milan, PomPeii and Brescia. The book addresses the locals of Pakistan and educates them about the cultural and social paraphernalia of the great civilization of Rome whose present form is Italy. It also highlights the scholastic role of Italy, with focus on Academia of Urdu language and literature at University of Naples in particular and in Rome, Milan and Florence in general."4

محولا بالا عبارت کا ترجمہ کچھ یوں ہے:

"یہ کتاب ادبی صنف کے اعتبار سے ایک سفر نامہ ہے جو ہمیں اٹلی کے بارے میں بہت اہم معلومات فراہم کرتا ہے جو مصنف نے ۲۰۱۸ء میں اپنے سفر اٹلی کے دوران میں حاصل کیں۔ اس کتاب میں اٹلی کے اہم شہروں روم، فلورنس، وینس، ویرونا، ٹیورین، میلان، پوپیائی، بریشیا کے بارے میں اہم معلومات ملتی ہیں۔ کتاب کا مخاطب پاکستانی قاری ہے، مصنف جسے اس خطے کی ثقافت، سماجی صورتحال اور عظیم رومی تہذیب سے آگاہ کرتا ہے، آج کا اٹلی جس کا امین ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ کتاب اٹلی کے تعلیمی حلقوں میں خاص طور پر نیپلز یونیورسٹی میں جبکہ روم، میلان اور فلورنس میں عمومی طور پر اردو زبان ادب کی اہمیت کو بھی روشن کرتی ہے۔"۵

اس سفر نامے کی اہمیت میں اضافے کا باعث وہ تاریخی پہلو ہیں جو اٹلی سے متعلق ہیں۔ عام سفر ناموں میں الفاظ کی جادوگری اور رویوں کی بوقلمونیوں کے ذریعے قارئین کی دلچسپی کا سامان کیا جاتا ہے۔ جیسے ہی وہ سفر نامہ مکمل کر کے غور و فکر کرتا ہے کہ اس سے کون سی نئی بات سیکھنے کو ملی ہے تو زیادہ تر لوگوں کا جواب نفی میں ہوتا ہے اور اس ملک یا علاقے کے لوگ اسے الفاظ کا گورکھ دھند قرار دیئے بغیر نہیں رہ پاتے۔ اس سفر نامے میں اٹلی سے متعلق تاریخی حقائق نہ صرف اس کی اہمیت کو بڑھاتے ہیں بلکہ مقامی اور غیر مقامی لوگوں کو بھی انگشت بدنداں کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ سفر نامے کے ذیلی عنوان "اطالوی صنم خانے میں اردو کی اذاں" میں آپ لکھتے ہیں:

"روم میں راقم کا پہلا شوق اس رومی سے ملاقات تھی جس نے کمال شوق سے اردو سیکھی اور اردو سیکھ کر عربی، فارسی، ہندی اور سنسکرت کی طرف مائل ہوا۔ اٹلی اور روم میں اردو کی کہانی بہت لمبی ہے اس کی تفصیل تو کسی اور موقع پر نذرِ قارئین کریں گے۔ سرِ دست ہم جس اطالوی اردو دان سے ملنا چاہتے تھے اس نے نیپلز یونی ورسٹی اور روم یونی ورسٹی سے تعلیم حاصل کی۔ نیپلز یونی ورسٹی سے مولانا ابو الکلام آزاد کی کاروانِ خیال، پر تحقیق کر کے السنہ شرقیہ کی ڈگری حاصل کی۔ 'پاکستان: امن اور تصادم کے درمیان' کے موضوع پر تحقیق کر کے ایم اے کیا اور روم یونی ورسٹی سے 'پاکستان کی معاصر تاریخ میں سنی علماء کا کردار' کے موضوع پر مقالہ لکھ کر پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی ---اُس نے اسلام کا مطالعہ کیا تو رفتہ رفتہ وہ نہ صرف اسلام بلکہ اردو سے بھی اتنا قریب ہو گیا کہ اسلام اور اردو اس کی زندگی بن گئے---اُس نے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

اپنا نام رسول کریمؐ کے لقب کی مناسبت سے امین اور نام ور مسلم سپہ سالار اور فاتح بیت المقدس سلطان صلاح الدین ایوبی کی رعایت سے صلاح الدین رکھا۔ قران کریم کے اردو ترجمے کی عبارت دیکھ کر وہ اس رسم الخط کی جانب مائل ہوا۔ رسم الخط اُسے زبان تک لایا۔ رسم الخط کے حسن اور زبان کی موسیقیت نے اُسے اردو کا متخصّص بنا دیا۔٦

تاریخی حقائق کی بازیافت کے لیے مصنف کی مسلسل دوڑ دھوپ نہ صرف اس کی محنت شاقہ کی علامت ہے بلکہ اُس راہِ پُر خار کے راہ نوردوں کے لیے مینارہ نور کی حیثیت بھی رکھتی ہے۔ اس حوالے سے ایک اقتباس نذرِ قارئین کرتا ہوں:

"پھر ویرونا میں رومیو جولیٹ کا مقام۔۔۔ یورپ والے بھی کیسے باذوق ہیں افسانوی کرداروں کی بھی یادگاریں بنا لیتے ہیں۔ لندن کے Sherlock Holmes Museum ہی کو دیکھ لیں شرلک ہومز کوئی حقیقی کردار نہیں محض آرتھر کونن ڈائل (١٨٥٩ء۔١٩٣٠ء) کے ذہن کی تخلیق تھا لیکن بنانے والوں نے اس کی یاد میں پورا میوزیم بنا ڈالا ظاہر ہے یہ محض فکشن ہے، زیادہ سے زیادہ آپ تلمیح کہہ سکتے ہیں۔ ایک اہلِ مشرق ہیں جو تاریخِ عالم پر اپنا نقش ثبت کر گئے ان کی حقیقی یادگاروں کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ مجھے ابنِ خلدون یاد آیا، مصر میں جس کا حقیقی مدفن بھی مٹا دیا گیا۔ مجھ جیسا اس کا مداح سارے قاہرہ میں اس کا نشان ڈھونڈتا پھرا لیکن جو نشان مٹایا جا چکا ہو وہ کسی مداح کو کیسے مل سکتا ہے؟"٧

اس سفر نامے میں روم کے مختلف شہروں کی سیر اور ان کے احوال کے ساتھ ان کا تاریخی پس منظر ایک دوسرے کے متوازی چلتے ہوئے دیکھے جا سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ وہاں کی تہذیب و ثقافت کے نمونے بھی جابجا موجود ہیں جو قارئین کی دلچسپی کو بڑھانے کے ساتھ خوشگوار حیرت میں مبتلا کرنے سے بھی باز نہیں آتے۔ مزید یہ کہ جہاں وہ ان شہروں کو خود اپنی آنکھ سے دیکھنے کے خواہش مند نظر آتے ہیں اس کے پس منظر میں وہ مصنف کی تحریر کے بھی مداح ہو جاتے ہیں۔ تہذیب و ثقافت وہ بنیادی اصول قرار دیئے جا سکتے ہیں جو کسی بھی معاشرے، قوم، قبیلے اور علاقے کی ترقی کے لیے ترتیب دیئے جاتے ہیں جس میں صرف ایک نسل کی نہیں بلکہ کئی نسلوں کی محنت اور تجربہ شامل ہو کر ان کی اہمیت وافادیت کو صیقل کر دیتا ہے اور پھر آنے والے زمانے اور نسلیں ان سے خاطر خواہ مدد لیتے ہوئے ترقی کی راہ پر گامزن ہو جاتے ہیں۔ ایشیائی ممالک میں بازار دیر سے کھلتے اور رات گئے تک اپنے سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہیں لیکن یہاں کے بازار صبح جلد کھلتے اور جلدی بند ہو جاتے ہیں۔ یہ اسلامی طریقہ ہمارے ہاں تو کہیں دکھائی نہیں دیتا البتہ اہلِ اٹلی اس پر پوری طرح کاربند ہیں۔ اِسی بات کے تناظر میں ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے:

"یورپ کی یہ بات بہت اچھی لگتی ہے کہ مغرب کے بعد کاروباری مراکز بند ہو جاتے ہیں اور بہت سویرے دن کا آغاز ہو جاتا ہے۔ ہمارے ہاں نجانے کہاں سے دیر تک بازار کھلے رکھنے اور اگلے روز، دن چڑھے تک دکانیں بند رکھنے کی بیماری در آئی ہے؟"٨

شہروں کو آباد کرنے کی نسبت اقبال نے مسولینی کو نبی اکرمؐ کی حدیث سے روشناس کروایا تو وہ بھی بے ساختہ داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔

"مسولینی نے جب اقبال سے کوئی اچھوتا مشورہ طلب کیا تو اقبال نے کہا کہ شہروں کی آبادیاں مقرر کر کے انھیں ایک خاص حد سے نہ بڑھنے دیا جائے۔ اس کے بعد نئی بستیاں آباد کی جائیں۔ مسولینی نے اس کا سبب دریافت کیا تو اقبال نے کہا کہ شہر کی آبادی جس قدر بڑھتی جاتی ہے اس کی تہذیب و اقتصادی توانائی کم ہوتی جاتی ہے اور ثقافتی توانائی کی جگہ محرکاتِ شر لے لیتے ہیں۔ اقبال نے اس موقع پر یہ وضاحت بھی کی کہ یہ میرا ذاتی نظریہ نہیں ہے بلکہ میرے پیغمبر نے تیرہ سو سال قبل یہ مصلحت آمیز ہدایت فرمائی تھی کہ جب مدینہ منورہ کی آبادی ایک حد سے تجاوز کر جائے تو مزید لوگوں کو آباد ہونے کی اجازت دینے کی بجائے دوسرا شہر آباد کیا جائے۔ مسولینی یہ سن کر کھڑا ہو گیا اور دونوں ہاتھ زور سے میز پر مار کر بولا کہ What an excellent idea!"٩

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

اس سفر نامے میں تہذیبی وثقافتی عناصر کے ساتھ تمدن اور طرزِ تعمیر پر بھی باریک بینی سے اپنی رائے دینے اور مشاہدات کو بیان کرنے کی روش کو قائم رکھا گیا ہے۔اس سے جہاں انسانی قوتِ مشاہدہ میں وسعت آتی ہے وہاں عملی زندگی میں نکتہ رسی کی صلاحیت بھی فروغ پاتی ہے۔اس کی بدولت باتوں کے پس منظر اور پیش منظر کے ساتھ ان حقائق کی گتھیاں بھی سلجھنے لگتی ہیں جو نہ صرف ان کہے ہوتے ہیں بلکہ یہ بات متلاشیانِ علم کی علمی تشنگی کا مداوا کرنے کا باعث بھی ہوتی ہے۔ محولہ بالا گفتگو کے ضمن میں اقتباس حاضر کیے جاتے ہیں:

> "روم ریلوے اسٹیشن کے جوار میں قدیم روم کی فصیلِ شہر کی بنیاد بارہ فٹ چوڑی تھی اور رومن ایمپائر کے چھٹے بادشاہ کے نام سے منسوب اس دیوار کو Servian Wall کہا جاتا تھا۔لاہور کی فصیلِ شہر میں اگر تیرہ دروازے تھے تو روم کی اس قدیم فصیل میں سولہ دروازے تھے۔اس کے بھی بہت سے دروازے تاریخ کی گرد میں گم ہو چکے ہیں۔دو تین دروازے ہیں جو ہنوز وقت کو شکست دینے میں مصروف ہیں ۔وقت کی گرد میں گم ہو جانے والے دروازوں کے نام البتہ تاریخ کے دامن اور لوگوں کے حافظے میں محفوظ ہیں۔میں نے یہ دروازے تو نہیں دیکھے البتہ کولوسیم کے ساتھ جو دروازہ دیکھا خاصا متاثر کن تھا۔ "۱۰

ایک اور اقتباس پیش خدمت ہے:

> "نیپلز، روم اور میلان کے بعد اٹلی کا تیسرا سب سے بڑا شہر ہے جسے پہلی صدی قبل مسیح میں یونانیوں نے آباد کیا اور روزِ اوّل سے اب تک آباد چلا آتا ہے یعنی دنیا کے دوسرے تاریخی شہروں کے برعکس کبھی برباد ہو کر ویران نہیں ہوا۔یہ شہر روشن خیالی، جدیدیت اور مغربی موسیقی کے کلاسیکی مکتب فکر کا مرکز بھی رہا ہے۔ نیپلز سمندر کنارے واقع ہلال کی طرح ہے ۔نیپلز کی خوبصورتی کا اندازہ اس رومی کہاوت سے لگایا جا سکتا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ مرنے سے پہلے نیپلز کو دیکھ لو See Nalpes & Die آپ اس کا ترجمہ یوں بھی کر سکتے ہیں کہ نیپلز کو دیکھ لینے کے بعد آپ مر سکتے ہیں۔ نیپلز خوش باش، ہنس مکھ اور زندہ دل لوگوں کا شہر ہے۔"۱۱

یہ سفر نامہ ادب اور فنونِ لطیفہ کے عناصر بھی اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہے۔ جن کی موجودگی جہاں اس کے فکری پہلوؤں کو وسعت سے ہمکنار کرتی ہے۔ وہاں اس کے تاج میں گہرہائے آبدار کی مانند جگمگاتی اور اپنی رنگا رنگ کرنوں کی وجہ سے قوسِ قزح کا لطف مہیا کرنے کا فریضہ بھی انجام دیتی ہے چونکہ یہ قوس قزح تخیل کے کینوس پر نمودار ہوتی ہے اس لیے اس کے رنگ معدوم ہونے کی بجائے ان مٹ ہوتے ہیں ۔مزید برآں آسمانی قوس قزح لمحاتی ہوتی ہے جب کہ تخیل کی قوس قزح دیرپا اور مستقل طور پر قاری کو اپنی جانب ملتفت رکھتی ہے۔ایک کے رنگ آہستہ آہستہ مدھم اور پھر بالکل ہی غائب ہو جاتے ہیں جب کہ موخر الذکر کے رنگ دل و دماغ پر مرتسم ہو کر صدیوں اور جہانوں کی حدود و قیود سے آزاد ہو کر قارئین کو متاثر کرتے چلے جاتے ہیں۔

یہ سفر نامہ جہاں ادبی معلومات کی فراہمی کا ذریعہ بنتا ہے وہاں اٹلی کی سماجی و سیاسی زندگی کی جھلک بھی دکھاتا ہے۔اس سے نہ صرف شائقینِ ادب کی طبع پر خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں بلکہ سماجی اور سیاسی معاشرت میں دلچسپی رکھنے والوں کی قاموس مطالعہ میں گراں قدر اضافے کا باعث بھی ہوتے ہیں۔ اس سے متعلق اقتباسات درج کیے جاتے ہیں:

> غم کا فرشتہ (Angel of Grief) دراصل ایک قبر پر گریہ کناں فرشتے کا مجسمہ ہے جو اپنے پر پھیلائے، منہ کے بل قبر پر پڑا ہے۔ ایک قبر کا عجیب و غریب منظر، سٹوری کی تخلیق ہے۔ جی ہاں نام ور فن کار اور مجسمہ ساز William Wetmore Story (1819-95ء) کا بنایا ہوا مجسمہ جو اس نے اپنی محبوب بیوی کی یاد میں اس کی قبر پر بنایا۔ یہ قبر روم کے پروٹسٹنٹ قبرستان میں واقع ہے۔ قبر کیا ہے پورا فن پارہ ہے اور اس فن پارے کا پورا نام زندگی کے خاتمے پر روتا ہوا غم کا فرشتہ (The Angel of Grief Weeping Over the Dismantled Altar of

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

(lifeغم کا یہ فرشتہ اتنا متاثر کن ہے دنیا کے بہت سے فنکاروں نے اس کی تقلید کرنے کی کوشش کی ہے۔۔۔۔سٹوری کا یہ فرشتہ ان سب کی اصل ہے اور اس کے سامنے باقی سب ماندہ ہیں۔"۱۲

ایک اور اقتباس حاضر ہے:

"ویٹیکن محض ایک سو اکیس ایکڑ پر مشتمل دنیا کی دوسری چھوٹی ترین ریاست ہے گویا اس کا رقبہ ہمارے ایچی سن کالج سے بھی کم ہے جو ایک سو ستر ایکڑ پر پھیلا ہوا ہے۔رہا ہمارا پنجاب یونی ورسٹی نیو کیمپس وہ تو اس سے کہیں بڑا ہے یعنی سولہ سو ایکڑ سے بھی زیادہ۔ ویٹیکن روم میں واقع ہونے کے باوجود اٹلی کے ماتحت نہیں۔ یہاں اٹلی کیا دنیا کا کوئی قانون نہیں چلتا کہ یہاں کا اپنا قانون ہے۔اسے اقوام متحدہ میں آبزرور کی حیثیت حاصل ہے۔اس کا اپنا ترانہ اور اپنی روایات ہیں۔اس ملک کی آبادی ایک ہزار سے بھی کم یعنی سوا آٹھ سو افراد پر مشتمل ہے۔ ۱۱ /فروری ۱۹۲۹ء سے اسے ایک آزاد و خود مختار ملک تسلیم کیا جا چکا ہے۔اس مختصر 'ریاست' کے اپنے ذرائع آمدن ہیں جن میں میوزیم کے ٹکٹ سے حاصل ہونے والی آمدنی، داخلے کے واجبات سے حاصل ہونے والی رقوم، مطبوعات کی آمدنی اور ایک کروڑ لوگوں کے عطیات شامل ہیں۔"۱۳

اس سفر نامے کے فکری پہلوؤں کو زیر بحث لانے کے بعد اسلوبیاتی پہلوؤں پر بات کرنے سے پیش تر یہ لازم ہے کہ مختصراً اسلوب پر بات کر لی جائے۔ جس کے ضمن میں سید عابد علی کہتے ہیں:

"اسلوب سے مراد کسی لکھنے والے کی وہ انفرادی طرزِ نگارش ہے جس کی بنا پر وہ دوسرے لکھنے والوں سے ممیز ہو۔"۱۴

اسلوب ہی کے باب میں ڈاکٹر سید عبداللہ کا نقطہ نظر ہے کہ:

" اسلوب عام طرزِ تحریر نہیں بلکہ کسی ادیب یا انشاپرداز کا منفرد طرزِ تحریر ہے جو اسے اس کے زمانے کے دوسرے ادیبوں، انشاپردازوں سے ممتاز یا منفرد کرتا ہے۔"۱۵

محولہ بالا تعریفات سے یہی بات سمجھ آتی ہے کہ اسلوب کسی بھی شاعر، ادیب یا تخلیق کار کا وہ انداز ہوتا ہے جس سے اس کی تخلیقات کی پہچان کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔اس میں اس تخلیق کار کا ذخیرہ الفاظ، علامات، جملوں کا دروبست اور نشست و برخاست بطورِ خاص شامل ہیں۔ان متذکرہ بالا اور دیگر عناصر کے امتزاج سے ایسا جاندار اور شاندار اسلوب معرضِ وجود میں آتا ہے کہ قارئین اُس کی بہار یہ پھوار میں بھیگتے چلے جاتے ہیں اور طبیعت ہے کہ سیر ہونے کا نام نہیں لیتی۔اس کے برعکس ایسے اسلوب بھی تشکیل پا جاتے ہیں جو تحریر کی بے کیفی اور بے زاری کی وجہ بن کر اس تخلیق سے قارئین کو دور کر دیتے ہیں۔اکثر تخلیق کار تحقیق کی راہ پُر خار کے مسافر بن کر ان کی نثر سے سلاست و روانی رخصت ہو جاتی ہے اور ادق پن نمایاں صفت بن جایا کرتا ہے۔ان باتوں کے برعکس مصنف اگرچہ محقق ہیں لیکن ان کی تحریر میں روکھا پن موجود نہیں۔ایک اقتباس حاضر ہے:

" اقبال نے کولوسیم دیکھنے کے بعد کہا تھا دیکھو ایک طرف رومائے قدیم کے سلاطین تھے جنھوں نے ایک عظیم الشان عمارت اس لیے بنائی کہ پچاس ہزار انسان اس میں بیٹھ کر درندوں اور انسانوں کی لڑائی کا تماشا دیکھیں ۔دوسری طرف مثلاً ہمارے لاہور کی بادشاہی مسجد ہے جو اس غرض سے تعمیر کی گئی تھی کہ وہاں ایک لاکھ بندگانِ خدا جمع ہو کر مساوات، اخوت اور محبت کے سچے اور مخلصانہ جذبات کا مظاہرہ کریں۔"۱۶

نثر کی سلاست و روانی کے بعد دوسری خوبی اس کا عام فہم ہونا ہے۔کئی لوگ شاید اپنی علمیت کا اظہار مشکل الفاظ کو اپنی تحریروں میں استعمال کر کے کرتے ہیں۔ یہ بات اکثر محسوس ہوتی ہے کہ وہ خود اپنی تحریر کی تفہیم میں مشکل اور نامانوس الفاظ کے روڑے اٹکانے کا کام کر رہے ہوتے ہیں۔جس طرح یہ بات سننے کو ملتی ہے کہ فلاں شخص اپنا دشمن آپ ہے اسی طرح کچھ لوگ اپنے اسلوب کے بگاڑ کے خود ذمے دار ہوتے ہیں۔لہذا یہ بات بلا کسی خوفِ تردید کہی جا سکتی ہے کہ ڈاکٹر زاہد منیر عامر کی تحریر عام فہم ہونے کی خوبی سے لبریز ہے۔اس طرح قاری جہاں معلومات سے فیض یاب ہوتا ہے وہاں تحریر سے بھی لطف اندوز ہوتا ہے۔اس باب میں ایک اقتباس پیش خدمت ہے:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

"نام پانی پر لکھا گیا ہو یا ریت پر، ہواؤں کے سنگ اڑ جانا اس کا مقدر ہے۔ ستاروں، زمین، پانیوں اور بلبلوں کی باتیں کرنے والے کیٹس کو ڈاکٹروں نے روم جا کر رہنے کا مشورہ دیا تھا۔ انھیں اندیشہ تھا کہ کہیں لندن کی سردی اسے مار ہی نہ ڈالے لیکن وہ تو ہمارے غالب کے بہ قول غضب کا مغل بچہ ثابت ہوا جس فینی پر مرتا تھا اسے اپنا نہ سکا تو مر رہا۔"۱۷

اس سفر نامے کی نثر میں شاعری کی چاشنی نہ صرف جا بجا نظر آتی ہے بلکہ اس کی دلکشی میں اضافے کا موجب بھی بنتی ہے۔ اس کے بعض ذیلی عناوین کو بھی بر محل شعروں سے مزین کی گیا ہے۔ اُن میں سے چند ایک درج کیے جاتے ہیں۔

ے
ملالِ عالمیان دم بدم دگر گوں است
منم کہ مدتِ عمرم بہ یک ملال گزشت ۱۸

ے
آبرو کیا خاک اس گل کی کہ گلشن میں نہیں
ہے گریباں، ننگِ پیراہن جو دامن میں نہیں ۱۹

ے
تھا یہاں ہنگامہ ان صحرا نشینوں کا کبھی
بحر بازی گاہ تھا جن کے سفینوں کا کبھی ۲۰

ے
روما سے ڈھل کے برق کے سانچے میں آئی تھی
اب کس حریمِ ناز میں وہ جانِ جاں گئی؟ ۲۱

ے
اب کے بہار نے بھی کیں ایسی شرارتیں کہ بس
کبک دری کی چال میں تیرا خرام رکھ دیا ۲۲

ے
وہ شوخ پانی میں پاؤں بھگوئے بیٹھا تھا
ذرا سی دیر میں رنگوں سے بھر گیا پانی ۲۳

ے
حسینانِ فرنگ اچھے ہیں لیکن آفتِ جاں ہیں
نہ رکھنا ان سے بیر اچھا نہ کرنا ان سے پیار اچھا ۲۴

یہ سفر نامہ منظر نگاری کی تکنیک سے بھی لبریز ہے جس کے ذریعے مصنف مختلف جگہوں کی منظر نگاری سے اس کی خوبصورتی میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔ یہ منظر کہیں کہیں قارئین کی نبضوں کو اپنی گرفت میں لینے اور کہیں انھیں ورطۂ حیرت میں مبتلا کر دینے کے لیے کافی ہیں۔

"اس نظم میں جہاں مس روفو کی آنکھ کا خمار، پر وردہ فسوں ہے تو اس کے بوئے پیراہن آوردہ جنوں، ساقِ صندلی، پیمانۂ نشاط ہے تو مرمریں بدن بیعانہ سُرور۔ اس کی دل ربا اداؤں کو پیغمبرِ جمال اور اس کے چلبلے چلن کو پروردگارِ عشق قرار دیا گیا ہے۔"۲۵

ایک اور منظر ملاحظہ ہو:

"کھڑکی سے باہر دیکھا تو وہاں زندگی ہی زندگی تھی۔ ایک صدر دروازے پر ایک خاتون کسی بچے کو آواز دیتی ہے، وہ بھاگتا ہوا باہر کی سمت لپکتا اور باہر اسے لینے کے لیے آئے ہوئے ایک یا دو افراد اسے لے کر اپنی گاڑی کی سمت لے جاتے۔ بچے کیا تھے جنت کی کلیاں تھیں، اتنے پیارے کہ پھولوں کی تشبیہ ان کے سامنے ماند پڑ جائے۔"۲۶

اس سفر نامے کے اسلوب میں دیگر عناصر کے ساتھ اساطیری وداستانی انداز، اخلاقی دروس، قرآنی آیات کے بر محل حوالے اور انگریزی اقتباسات کا رواں ترجمہ بھی دیکھنے میں آتا ہے۔ وہی کتابیں اپنے فکری اور اسلوبیاتی عناصر کی بنیاد پر سراہی جاتی ہیں جو قارئین کو خود سے قریب بلکہ خود سے ہم کلام ہونے کے مواقع سے معمور ہوں۔ یہ اسلوب کیسے پیدا ہوتا ہے؟ اس کا جواب وہی حیرت ہے جس کا ذکر اقبال نے اپنی نظم "سرود" میں کیا ہے کہ بانسری کی دھن میں وہ کیفیت جو انسان کو حاضر موجود سے بے نیاز کر کے ان دونوں کے بنانے والے معبود کی جانب متوجہ کرتی ہے، اس کا ماخذ و منبع کیا ہے؟ اگر انسان نے اس کا سراغ پالیا تو زمانہ اپنی علمی ترقی کے عروج پر ہو گا۔ اس سفر نامے میں تاریخ، تہذیب، ثقافت، تمدن، ادب، فنونِ لطیفہ، سماجی و سیاسی عناصر، اساطیری وداستانی اجزا اور اس نوع کی بہت سی چیزیں ایک دوسرے کے شانہ بشانہ، پیش پیش اور باہم شیر و شکر نظر آتی ہیں۔ اس سفر نامے کے فکری اور اسلوبیاتی تانے بانے میں وہی درد کی لے محسوس کی جاسکتی ہے جو خود سے ہم کلام ہونے کے ساتھ رقت کی کیفیت بھی طاری کر دیتی ہے۔ کہیں کہیں اسے گریہ میں تبدیلی ہونے میں ہر گز دیر نہیں لگتی۔ ایسا اسلوب کیونکر پیدا ہوتا ہے؟ اس ضمن میں عباس تابش کا شعر درج کر کے اپنی بات مکمل کرتا ہوں:

؎ اس قدر گوندھنا پڑتی ہے لہو سے مٹی
ہاتھ گھل جاتے ہیں تب کوزہ گری آتی ہے۲۷

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

حوالہ جات

۱۔ڈاکٹر زاہد منیر عامر، کشور اطالیہ کی بہار، اٹلی: نیپلز یونی ورسٹی، لاہور: ادارہ تالیف و ترجمہ، ۲۰۲۳ء، ص:۱۱۵

2. Dr. Zahid Munir Amir, An Italian Odyssey, Italy: University di Napoli Orientale, Napples, Lahore: The Urdu development & Translation Centre, 2023, P:16

۳۔ڈاکٹر زاہد منیر عامر، کشور اطالیہ کی بہار، ص:۱۸

4. Dr. Zahid Munir Amir, An Italian Odyssey, P: 19-20

۵۔ڈاکٹر زاہد منیر عامر، کشور اطالیہ کی بہار، ص:۲۲۔۲۱

۶۔ایضاً، ص:۵۵۔۵۴

۷۔ایضاً، ص:۱۷۳۔۱۷۲

۸۔ایضاً، ص:۱۶۱

۹۔ایضاً، ص:۶۷

۱۰۔ایضاً، ص:۱۰۵

۱۱۔ایضاً، ص:۱۱۶

۱۲۔ایضاً، ص:۸۴

۱۳۔ایضاً، ص:۹۷

۱۴۔عابد علی عابد، سید، اسلوب، لاہور مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۱ء، ص:۴۱

۱۵۔عبداللہ سید، ڈاکٹر، طیفِ نثر، مرتبہ: ڈاکٹر ممتاز منگلوری، لاہور: لاہور اکیڈمی، طبع ثانی، ۱۹۸۴ء، ص:۲۸

۱۶۔ڈاکٹر زاہد منیر عامر، کشور اطالیہ کی بہار، ص:۸۰

۱۷۔ایضاً، ص:۸۵

۱۸۔ایضاً، ص:۳۹

۱۹۔ایضاً، ص:۴۰

۲۰۔ایضاً، ص:۵۲

۲۱۔ایضاً، ص:۱۱۶

۲۲۔ایضاً، ص:۱۳۸

۲۳۔ایضاً، ص:۱۷۳

۲۴۔ایضاً، ص:۱۹۴

۲۵۔ایضاً، ص:۱۱۵

۲۶۔ایضاً، ص:۱۶۲

۲۷۔عباس تابش، عشق آباد، لاہور: الحمد پبلی کیشنز، اگست ۲۰۱۵ء، ص:۳۵۵